رہبر دنیا و آخرت

مولانا قاری حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

سیرت نگاروں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس سے والہانہ تعلق رکھنے والوں نے بعثت نبوی اور ظہور نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب ذکر کیا ہے تو فرطِ محبت میں عقیدت والفت کے سدا بہار چمن مرتب کردیئے ہیں۔

مجھے تو صرف اتنا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام جس مقصد کے لئے اس دنیا میں بھیجے گئے، دنیا کا یہ لمبا چوڑا کارخانہ جس مقصد کے لئے بنایا گیا، جس مقصد سے دریاؤں میں طوفان اٹھے، بجلیوں میں چمک پیدا کی گئی، انسانی زندگی کو حسن وصورت کا اعلیٰ معیار دیا گیا، وہ مقصد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور شخصیت عالمی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے دنیا میں جو کچھ ہوا وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی تیاری تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا غلغلہ ہے: لولاك لما خلقت الا فلاك (١)۔

اس ذات اقدس پر ہزاروں سلام اور اس کے نام نامی اسم گرامی پر اپنے جان ومال قربان کہ مریضوں کے لئے مسیحا، غریبوں کا مددگار، ناداروں کا ساتھی، دنیا کا سب سے بڑا مقنن، سب سے بڑا مصلح تھا جسے کائنات کے مالک نے دنیا وآخرت کی رہنمائی کے لئے منتخب فرمایا جسے خدا کی ساری مخلوق کی قیادت ورہبری کے شرف سے مشرف کیا گیا، جس کی حیات طیبہ اور اقوال وافعال کو نوع انسانی کے لئے واحد نمونہ قرار دیا گیا۔

حضور ختمی مرتبت کا منصب ''نبوت ورسالت'' تھا۔ اقوام وامم عالم کی رہنمائی کے لئے مبعث ہوئے تھے وہ گم کردہ راہ انسانوں کے قلب ونظر کو جلا بخشنے، انہیں اخلاقی وروحانی علو عطا کرنے، ان کی معاشی ومعاشرتی، سماجی وسیاسی، دُنیوی واُخروی غرض ہمہ جہت اور ہمہ گیری رہنمائی کے لئے بھیجے گئے تھے۔ قرآن نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو کائنات عالم کے لئے نمونہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة (٢)۔

تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ کے اقوال وافعال میں بہترین نمونہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:مااتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنه فانتھوا (۳)۔

''جو کچھ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس بات سے تمہیں روکیں، اس سے باز آجاؤ''۔

خود ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی امت کی بہتری اسی میں مضمر بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کا التزام ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جان نثار صحابی حضرت ابو ہریرہؓ کی زبانی ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقول ہے:

کل امتی یدخلون الجنة إلا من أبی، قیل من أبی یارسول اللّٰه، قال: من أطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد أبی (٤)۔

''میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی، تحقیق وہ ہے انکار کرنے والا''۔

اس سے زیادہ واضح لفظوں میں انہی کی زبانی دوسرا ارشاد ملاحظہ ہو:

فاذا نھیتکم عن شئ فاجتنبوہ واذا أمرتکم بامر فأتوا منه ما استطعتم (٥)۔

''جب میں تمہیں کسی کام سے روکوں تو اس سے باز آجاؤ اور جب تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے تم اس پر عمل کرو''۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہر امتی کے لئے ہر وقت، ہر مقام اور ہر زمانے میں واجب العمل ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ہمیں اپنی دنیا کے اندھیروں کو اجالوں میں بدلنا ہے۔ دنیا اور آخرت کی کامرانیوں کو حاصل کرنا اور انہیں دنیا میں پھیلانا ہے۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زندگی کے کسی شعبہ کو محتاج تکمیل نہیں چھوڑا۔ فلسفہ اور طبیعات سے الہیات تک اور معاملات سے خدا کی ملاقات تک کوئی پہلو ایسا نہیں جو اس نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ دوررس سے اوجھل رہ سکا ہو۔ معاملات بظاہر دین سے الگ ایک چیز معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت یہ دین کے ہمہ گیر اور وسیع مفہوم کا ایک فرد ہیں اور اسلام اپنے پیروکاروں سے زندگی کے تمام شعبوں میں اتباع و امتثال کا طالب ہے۔

مثال کے طور پر زراعت ایک خالصتاً ذاتی نوعیت کا کام ہے مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کے رہبر ہونے کی حیثیت سے اس باب میں بھی ہماری رہنمائی فرمائی ہے، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود زراعت کرنا

بھی منقول ہے۔امام سرخسیؒ نے نقل کیا ہے:إن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أزرع بالجرف (٦)۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقامِ جرف میں بنفس نفیس کاشت فرمائی۔

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:ان الملئکة تستغفر للزارع او لغارس مادام زرعه أخضر(٧)۔

''بے شک فرشتے کاشتکار کے لئے یا درخت اُگانے والے کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں، جب تک کھیتی سرسبز رہے''۔

چونکہ خام اجناس کی پیداوار کے بغیر نہ تجارت چل سکتی ہے اور نہ صنعت وحرفت، اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی طرف توجہ مبذول کروادی۔اللہ رب العزت نے انسانیت کی فلاح اور دینی ودنیاوی کامیابیوں کے لئے جس نظام حیات کو پسند فرمایا ہے اس کا کامل، صحیح اور ہر قسم کے شبہات سے پاک نمونہ اور آئیڈیل ہمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی سے مل سکتا ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۳ برس کی پیغمبرانہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پورا پورا پہنچایا اور دنیا اور آخرت کے رہبر ہونے کے فرائض منصبی کو کما حقہ ادا فرمایا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایمان وایقان، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی روشنی پھیلائی اور ایک صالح معاشرہ تیار کیا۔خداوند تعالیٰ سے بالکل کٹے ہوئے اور شرک وبت پرستی اور سرکشی وبغاوت میں مبتلا بندوں کو کھلی گمراہی سے نکال کر خدا پرستی اور صلاح وفلاح اور ایمان وفرمانبرداری کے راستے پر لگایا اور ان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا۔ارشاد خداوندی:

یتلوا علیهم ایٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة (٨)۔ کے مطابق ایک طرف تعلیم وتربیت کے ذریعے تزکیہ نفوس کر کے معاشرہ کی اصلاح فرمائی اور فاسد عقائد وافکار اور برے اخلاق واعمال سے اس کو یکسر پاک کر دیا اور ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالاخرہ کو لوگوں کے قلوب میں اس قدر مضبوط ومستحکم کر دیا کہ اس کے بعد ان کو جو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا قانون بتایا گیا انہوں نے اس حکم اور قانون کو بلا چون وچرا تسلیم کر کے سر آنکھوں پر لگایا اور کھلے دل سے اس کی تعمیل کی۔

دنیوی معاملات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک سبق عملی مساوات کا ملتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مساوات محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دنیا میں کوئی قوم مقابلہ نہیں کر سکی، مگر اب مسلمانوں نے خود بینی، خودرائی وخودنمائی کے مظاہروں سے دنیا کو انگشت نمائی کا موقعہ دے دیا ہے۔ملاحظہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے۔

سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے ہمراہ سفر پر جا رہے تھے۔بھوک لگنے پر تمام شرکاء سفر نے مل کر کھانا پکانے کا انتظام شروع کیا۔ہر ایک نے اپنے اپنے حصے کا کام بانٹ لیا۔سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ کرامؓ نے یہ کام بھی خود کرنا چاہا مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں یہ سچ ہے لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم سے اپنے آپ کو ممتاز رکھوں کیونکہ خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں میں ممتاز بنتا ہے(۹)۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کوئی امتیاز قبول فرماتے تھے، نہ اپنے لئے کسی قسم کی مراعات کے خواہش مند تھے، بلکہ اگر صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آرام اور سہولت کے لئے از خود کوئی کام کرتے تب بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرما دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی تعظیم کے لئے لوگوں کے کھڑے ہونے کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان تھا کہ اگر کسی کو یہ پسند ہے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ حالانکہ اس دور میں یہ بات عام تھی کہ لوگ بادشاہوں کے اعزاز میں کھڑے ہوتے تھے(۱۰)۔

اسی طرح غزوہ احزاب کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر خندق کھودتے رہے، یہاں تک کہ شکم مبارک پر مٹی کی تہہ جم گئی۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عملی مساوات کے اس سبق نے امت میں حریت فکر اور حق گوئی کے رانقدر جذبات پیدا کئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے امر بالمعروف ہی عن المنکر ،حق گوئی ،حریت افکار اور آزادی نظر وفکر میں قابلِ رشک نقوش چھوڑے ہیں۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز تھے کہ ابو مسلم خولانی تشریف لائے اور ان سے یوں مخاطب ہوئے ، السلام علیکم اے مزدور! حاضرین دربار نے اس طرف تخاطب کو بُرا محسوس کرتے ہوئے ان سے کہا یہ کیا بے اَدبی ہے؟ آپ کو یوں کہنا چاہیے، السلام علیکم یا امیر المومنین، لیکن ابو مسلم نے اپنے وہی الفاظ دہرائے اور کہا، السلام علیکم اے مزدور! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقت سمجھ گئے۔ لوگوں کو مزید کچھ کہنے سے روک دیا اور فرمایا، تم ابو مسلم کی بات کو جانے دو، یہ جو کہہ رہے ہیں خوب سوچ سمجھ کر کہہ رہے ہیں۔ ابو مسلم نے فرمایا، کیا تم اس سے زیادہ کچھ اور ہو کہ خداوند تعالیٰ نے تم کو اجرت پر رعایا کی نگہبانی کے لے اس طرح مقرر کیا ہے جس طرح بکریوں کی نگہبانی کے لئے چرواہا۔ مزدور نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟

یہ الفاظ کس نے کہلوائے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درسِ مساوات اور اسلام کی حریت فکر نے، کہ خلیفہ وقت اور رعایا میں امتیاز و برتری کا کوئی معیار ہے تو وہی ہے جو تمام انسانوں کے لئے یکساں ہے، یعنی: ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم (۱۱)۔

معاشرہ میں امن و امان اور راحت و چین ہمیشہ عدل انصاف کے شرمندہ احسان رہے ہیں۔ کسی ایسے

معاشرے میں رعایا کی راحت اور سکون کا تصور نہیں کیا جاسکتا جہاں ہر شخص کو بلا امتیاز عدل وانصاف حاصل نہ ہو۔ جہاں انصاف سونے چاندی کے چمکتے ہوئے سکون میں تُل کر رہتا ہو، جہاں عدل وہ ہو جو زردار اور زوردار کی خواہش کے مطابق ہو۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کی ہدایت اور کائنات عالم کی رہبری کے لئے عدل کا جو معیار قائم فرمایا اسے پورے عالم کے لئے مثالی قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق اسلامی معاشرہ کے ایک غریب مزدور کو بھی وہی رعایات اور حقوق حاصل ہیں جو ایک با اختیار حکمران کو۔ قانون راعی اور رعایا دونوں کے لئے یکساں ہیں۔ عہدِ رسالت میں ایک عورت نے چند گھروں میں ان کے دوستوں اور واقفوں کا نام لے کر دھوکہ سے زیورات جمع کر کے خرد برد کر لئے۔ پتہ لگنے پر اسے گرفتار کر کے عدالت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا گیا۔ ملزمہ کے ورثاء نے آج کل کی طرح سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ بن زیدؓ سے سفارش کروائی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا:

''تم میرے سامنے حد شرعی کے بارے میں سفارش کرتے ہو''۔

حضرت اسامہ اس پر نادم ہوئے اور عرض کی، اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے لئے خدا سے معافی مانگ لیجئے۔ اس کے بعد کسی کو سفارش کی جرأت نہ ہوئی اور جرم ثابت ہونے کی وجہ سے اس ملزمہ کے ہاتھ کٹوا دیئے۔

آئین اسلام میں چور کے لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا مقرر ہے۔ جس کے متعلق اسی موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پچھلی امتیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی شریف آدمی چوری کر لیتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کر لیتا اس پر حد جاری کر دیتے۔ خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ (خاتونِ جنت) بھی چوری کرلے تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے گا''۔

یہ سزا اس وقت صرف مملکت سعودیہ میں جاری ہے، جس کی برکت سے وہاں چوری کا نام ونشان نہیں۔ امن و امان کا یہ عالم ہے کہ جس کی چیز جہاں گر جائے اسے ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ بعض اوقات مالک وہاں سے آکر اٹھاتا ہے یا سپاہی اٹھا کر سرکاری مال خانہ میں داخل کر دیتا ہے جہاں سے اس کا مالک واپس لے جاتا ہے۔ اسی وجہ سے وہاں پولیس اور جیل کا عملہ بہت کم ہے۔ یہاں صرف چوری کی روک تھام کے لئے پولیس کے خاص عملے مقرر ہیں، مگر کمی کی بجائے اضافہ ہو رہا ہے، لیکن اس شرعی سزا کو وحشیانہ قرار دے کر نافذ کرنے سے گریز کیا جا رہا ہے۔ ایسی سزاؤں کو بے رحمانہ، سفاکانہ اور سنگدلانہ کہنے والوں کے نمائندہ سر ایلین ہربرٹ سابق ممبر پارلیمنٹ اور مشہور اہل قلم نے ماہ فروری ۱۹۵۳ء میں بی بی سی لندن سے تقریر کرتے ہوئے اپیل کی کہ سزائے موت دوبارہ رائج کی جائے اور چوروں، نقب زنوں، عورتوں کی عصمت پر حملہ کرنے والوں کو سزائے موت دی جائے۔ اگر انگلستان میں صرف دو سال ان جرائم پر موت کی

سزا دی جائے تو ملک سے ان کا نام ونشان مٹ جائے۔ اس سے بڑھ کر حدودِ شرعیہ کی اہمیت کا اعتراف اور کیا ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے سزائے موت کو خلاف انسانیت وتہذیب قرار دے کر منسوخ کر دیا تھا آج وہی چوروں اور زانیوں کے لئے یہ سزا چاہ رہے ہیں جن کے لئے اسلام نے صرف سزائے قطع ید اور رجم یا تازیانہ مقرر کی ہے۔

اسلامی معاشرہ اپنے افراد کو رزقِ حلال کے اکتساب کی تعلیم دیتا ہے۔ اکتساب رزق کا ایک بہت بڑا ذریعہ تجارت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف تجارت کے بارے میں مختلف ارشادات کے ذریعے اصول وضوابط مقرر فرمائے بلکہ بنفس نفیس بھی اس پیشہ کو شرف اختیار بخشا۔ سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک مفلس شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے افلاس و بے زری کی شکایت لے کر آیا اور اعانت کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو وارد کو سوال کی ذلت سے بچانے کی غرض سے اسے تجارت اور کسب کی تلقین فرمائی۔ استفسار فرمایا کہ تمہارے پاس گھر میں کچھ ہے؟ سائل نے عرض کیا کہ ایک پیالہ اور کمبل کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میرے پاس لے آؤ۔ ان کے آنے پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالہ اور کمبل صحابہ کرامؓ کے سامنے فروخت کے لئے پیش فرمایا۔ ایک صاحب نے ایک درہم قیمت لگائی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اس سے زیادہ بھی قیمت لگاتا ہے؟ ایک اور صاحب نے دو درہم دینے کا اعلان کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ چیزیں فروخت کر دیں اور سائل کو دو درہم دے کر ایک رسہ اور ایک کلہاڑی خریدنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ لکڑی کاٹ کر بیچا کرو اور کسی سے سوال نہ کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس طریق تربیت سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح ایک حاجت مند کو سوال سے بچا کر عزت کی روٹی کمانے کی تعلیم فرمائی اور اسے مانگنے کی بجائے تجارت اور کسب کے اختیار کا حکم دیا۔ تجارت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوے فیصد برکت بتلائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قریباً تمام صحابہ کرامؓ تجارت کرتے تھے۔ تاریخ کی ورق گردانی بتلاتی ہے کہ اکثر علمائے دین، اولیاء متین اور ائمہ مذاہب نے تلاش معاش کا ذریعہ تجارت ہی کو بنا رکھا تھا یا صنعت وحرفت کی طرف راغب تھے۔

حضرت سالم بن عبداللہؒ، حضرت سلمانؓ، بازار میں لین دین کا کام کرتے تھے۔ امام یونس بن داؤدؒ اور امام اعظم کی ریشمی کپڑے کی تجارت تھی۔ امام ابن جوزیؒ تانبہ فروخت کرتے تھے۔ حافظ حدیث ابن رومیہؒ عطار کی دکان کرتے تھے۔ ابو یعقوبؒ لکڑی کا کام کرتے تھے۔ محمد بن سلمانؒ کا ذریعہ معاش گھوڑوں کی خرید وفروخت تھا۔ اسمٰعیل بن ابی خالد احمسیؒ تابعی آٹا پیسنے کی چکی چلا کر روزی پیدا کرتے تھے۔ اویس قرنیؒ اونٹ چرا کر اور گٹھلیاں بیچ کر گزارہ کرتے تھے۔ ابن مسیبؒ روغن زیتون بیچا کرتے تھے۔

بعض بزرگان دین حرفت کے ذریعے روزی کماتے تھے جیسے ابوالفضلؒ، مہندس دمشق مشہور طبیب بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ اپنے زمانہ میں ماہرفن مانے جاتے تھے، شاہی شفاخانے کے دروازے انہی کے تیار کردہ تھے۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امورغیبیہ کے بارے میں بھی خداوند تعالیٰ کے حکم سے انسانیت کو حقیقتوں سے آگاہ کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے معراج کی رات بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ وہ پاکیزہ گوشت والے خوانوں کو چھوڑ کر سڑے ہوئے گوشت کھا رہے ہیں۔ جب میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھڑیوں جیسے ہیں، جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے تو فوراً گر پڑتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا اور پھر انہیں ہی کھلایا جاتا۔ وہ لوگ چغل خور تھے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آخرت میں پیش آنے والے واقعات سے آگاہی بخشی تاکہ وہ اس کی روشنی میں اپنی زندگی کے خطوط کو صراط مستقیم کے مطابق رکھ سکیں۔ بداعمالیوں پر مرتب ہونے والی ان سزاؤں کا بیان درحقیقت اخروی زندگی کے بارے میں اُمت کی رہنمائی ہے۔

میری ان معروضات سے یہ بات آپ پر واضح ہو چکی ہوگی کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تشنہ تکمیل چھوڑا ہو اور اپنی امت کی اس معاملہ میں کوئی رہنمائی نہ کی ہو۔

امت نے جب تک اپنے اعمال کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت اور اسوہ کے مطابق رکھا، کامرانیوں نے ان کے قدم چومے، دنیا ان سے خائف رہی، لیکن جونہی انہوں نے اسوہ کو چھوڑ دیا محکوم ومغلوب ہو کر رہ گئے۔ اس ''ماضی'' کا یہ ''حال'' کتنا عبرتناک ہے مگر پھر بھی عبرت حاصل نہیں کی جاتی۔

حوالہ جات

(۱) المصنوع، ملا علی القاری، مکتبہ الرشید، ریاض/ ج:۱، ص۱۵۰۔ (۲) سورۂ احزاب، آیت ۲۱۔ (۳) الحشر:۸۔۵۔ (۴) بخاری، بیروت، دار ابن کثیر ۱۹۸۷ء/ ج۶، ص۲۶۵۵، رقم ۶۸۵۱۔ (۵) بخاری: ۶/۲۶۵۸، رقم: ۶۸۵۸۔ (۶) سرخسی، المبسوط، کتاب الکسب۔ (۷) المدخل لابن الحاج:۴/۷۴۔ (۸) سورۂ جمعہ:۲۔ (۹) زرقانی:۴/۲۶۵۔ (۱۰) ابوداؤد:۴/۳۹۹، رقم: ۵۲۲۹۔ (۱۱) سورۂ حجرات:۱۳۔

☆......☆......☆